اخبار امت

ایران میں اسلامی اتحاد کانفرنس

سید منور حسن

تہران میں گیارہویں "اسلامی اتحاد کانفرنس" ۹ تا ۱۱ جولائی جاری رہی۔ پہلے دو دن کمیٹیوں کے اجلاس ہوئے اور بعد کے دو دن باقاعدہ کانفرنس ہوئی۔ کم و بیش چالیس ملکوں سے مسلمانوں کی تنظیموں' جماعتوں' جہادی تحریکوں' احیاے دین کی تحریکوں اور جبر کے خلاف جدوجہد کرنے والوں کے نمایندوں نے شرکت کی۔ لبنان کی حزب اللہ' فلسطین کی حماس' بوسنیا اور کوسووو کے مجاہدین' البانیہ کے مفتی الحافظ صبری کوتشی' کردوں اور بھارت کی عظیم مسلم اقلیت کی بھی بھرپور نمایندگی تھی۔ مصر' سعودی عرب' اردن' کویت' امریکہ' کناڈا' برطانیہ' نائیجیریا' مقدونیا وغیرہ سے بھی لوگ آئے ہوئے تھے۔ ہر جگہ کے حالات موضوع بحث بنے۔ امریکی ایجنڈے پر عمل کرنے والے مسلمان حکمران' احیائی تحریکوں کی تائید و اعانت اور مسلمان اقلیتوں کے مسائل پر گفتگو ہوئی۔ سیکولرازم کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی بات بھی ہوئی۔

مشترکہ اعلامیے میں امت کی وحدت و یگانگت' اس کے تمام فرقوں میں یکجائی اور اختلافی مسائل کو حدود اور دائرے میں رکھ کر' مشترکات پر یکسوئی اور جمعیت خاطر کے ساتھ باہمی تعاون کا راستہ اختیار کرنے پر زور دیا گیا۔ اعلامیے میں بیت المقدس کی بازیابی' پورے علاقے کو صیہونیت زدہ بنانے کی مذمت' فلسطین کی آزادی کی تحریکوں کی حمایت' کشمیر' افغانستان' اریٹریا' کوسووو کی آزادی' بوسنیا' عراق' سوڈان اور لیبیا پر پابندیاں سمیت تمام مسائل پر اظہار خیال کیا گیا۔

اس طرح کی کانفرنسیں' جذبہ اخوت کو ابھارنے کا سبب بنتی ہیں۔ امت میں جو بیداری پائی جاتی ہے' اسے مہمیز دینے کا کام کرتی ہیں۔ دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی جو لہریں اٹھ رہی ہیں' ان کو مضبوط کرتی ہیں اور امت کو اقامت دین اور شہادت حق کا فریضہ یاد دلاتی ہیں۔ اس کانفرنس نے بھی کسی نہ کسی درجے میں ان مقاصد کی آبیاری کی۔

کانفرنس کے شرکا کو صدر محمد خاتمی' روحانی پیشوا خامنہ ای اور سابق صدر ہاشمی رفسنجانی کو قریب سے دیکھنے اور سننے کا موقع ملا۔ ایرانی صدر جناب محمد خاتمی نے جب وفود سے ایوان صدر میں

خطاب کیا، تو میں ان کے سامنے ہی بیٹھا تھا۔ ان کی تقریر ختم ہوتے ہی میں نے ان سے مصافحہ کیا، اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ آپ نے اپنی تقریر میں امت کے مسائل پر گفتگو کی لیکن آپ کشمیر کا ذکر کرنا شاید بھول گئے جبکہ یہ مسلمانوں کے لیے کلیدی مسئلہ ہے۔ انھوں نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے اعتراف کیا کہ واقعی ان سے بھول ہو گئی ہے--- حقیقت یہ ہے کہ ایران اور بھارت کی دوستی ایران کے لیے ہرگز مفید نہیں ہے۔ بھارت کا اصل دوست اسرائیل اور اس کا سرپرست امریکہ ہیں۔ اسرائیل نے حال ہی میں یہ بیان دیا ہے کہ اس کا دشمن نمبر ایک ایران ہے۔ لبنان میں بھی حزب اللہ ایرانی سرپرستی میں یہودیوں سے نبرد آزما ہیں۔ اگر ایران کو ایٹمی ٹکنالوجی تک رسائی درکار ہے تو یہ کام بھی بھارت دوستی سے نہیں ہو سکتا۔ امریکہ اور اسرائیل دونوں ہی آڑے آئیں گے۔ لہٰذا کشمیر جیسے مسئلے پر بھارت کی ناراضی سے بچنا ایرانی خارجہ پالیسی کا حصہ نہیں ہونا چاہیے۔ یقیناً ایران اور پاکستان کے تعلقات برادرانہ اور مثالی ہیں، اور کشمیر کے مسئلے پر بھی ہمیں اس کی تائید حاصل رہی ہے۔ ایران کی حالیہ پیش کش کہ وہ پابندیاں عائد ہو جانے پر ہمیں ادھار پر پٹرول دے گا، خوش آیند ہے۔

ایرانی انقلاب کو اب بیس برس ہونے کو آئے ہیں۔ اسے ناکام بنانے کے جتنے جتن کیے جا سکتے تھے، کیے جا چکے، اب امریکہ بھی تھک ہار کر دوستی کی پینگیں بڑھا رہا ہے اور خود ایرانی قیادت بھی "فٹ بال ڈپلومیسی" پر عمل کر رہی ہے۔ بیس برس کی مدت، بڑی مدت ہے۔ باہر سے اس کے ناکام بنائے جانے کا وقت گزر چکا ہے۔ جب تک باہر سے سازشیں اور کوششیں جاری رہتی ہیں، اندر کی یگانگت اور اتحاد بھی مثالی ہوتا ہے۔ انقلابات، اندرونی کش مکش اور تنازعات سے بھی ضعف کا شکار ہوتے ہیں۔ ایران میں اس کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔

کابینہ نے وزیر داخلہ کو اپنے منصب سے ہٹا دیا۔ صدر خاتمی نے انھیں نائب صدر مقرر کر دیا۔ ان پر یہ الزام ہے کہ وہ تہران کے میئر کی کھلے بندوں حمایت کر رہے تھے جبکہ میئر پر کرپشن کے الزام میں مقدمہ چل رہا ہے۔ عدالتی کارروائی مکمل ہو گئی ہے اور فیصلہ محفوظ ہے۔ ان پر یہ الزام ہے کہ انھوں نے صدر خاتمی کو انتخابات میں بڑی مقدار میں فنڈز فراہم کیے۔ ان حالات میں گروہ بندی کا تاثر پیدا ہوتا ہے۔ سابق وزیر داخلہ کو یہ کریڈٹ بھی دیا جا رہا ہے کہ انھوں نے ایجی ٹیشن، مظاہروں اور مخالفانہ رائے کے اظہار پر پابندیاں ایک حد تک ہٹا دی ہیں۔

ایران میں ایک پالیسی کے تحت غیر ملکی انجینئرز، ڈاکٹرز اور دیگر پیشہ ور ماہرین بڑی تعداد میں اپنے اپنے ملکوں کو واپس جا چکے ہیں اور ان کی جگہ ایرانیوں نے لے لی ہے۔ تاہم بے روزگاری کا مسئلہ شدید تر ہوتا جا رہا ہے۔

پورے ملک میں صد فی صد خواتین حجاب میں نظر آتی ہیں، غیر ملکی اور غیر مسلم خواتین بھی جو ایران میں داخل ہوتی ہیں، ان کے لیے لازم ہے کہ فوراً سکارف پہنیں، سر کا کوئی بال نظر نہ آئے۔ ٹخنوں تک پیر اور کلائی تک ہاتھ ڈھکے ہوں--- یہ بات خوش آیند ہے کہ خواتین زندگی کے تمام دائروں میں متحرک اور فعال ہیں اور ہر طرح کے فرائض ادا کرتی نظر آتی ہیں۔ ہوٹلوں اور بڑے اجتماعی مراکز میں کام کرنے والی خواتین کا سن رسیدہ ہونا اور خاص طبعی عمر کا ہونا لازمی ہے۔

قم میں دینی تعلیم کے مدرسے، اپنی شان و شوکت، صفائی ستھرائی اور علمی ماحول کی وجہ سے منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ کم و بیش ۵۰/۶۰ ملکوں سے طلبہ تعلیم کی غرض سے آئے ہوئے ہیں، ان کے ذریعے ایرانی انقلاب کے سفیر، وکیل اور موید دنیا بھر میں پھیلتے جا رہے ہیں۔ ولایت فقیہ کا تصور اور فلسفہ، اور امامت رہبری کا ایرانی نقطہ نظر زیادہ پرشکوہ انداز میں، علمی پیرایے میں اور ایک ریاست کی پشت پناہی، تائید اور اعانت کے ساتھ دنیا بھر میں پھیلانے کا موثر نیٹ ورک وجود میں آگیا ہے۔ ایرانی علما کا عربی زبان پر عبور، قرآن پاک کے ساتھ شغف، علمی تبحر، نیز جدید و قدیم پر گرفت اپنے آپ کو منواتا ہے۔

یہ عناصر ترکیبی انقلاب ایران کے تسلسل اور استقلال کا سبب ہیں۔